۱۹۷۴ء

جلد ۱۵ ظہور ۱۳۵۳ ہش شمارہ

اگست ۱۹۷۴ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

انصار اللہ

وفا ۱۳۵۳ ہش

رجب ۱۳۹۴ ہجری اگست ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

قیمت سالانہ آٹھ روپے

فی پرچہ پچیس پیسے

فہرست مضامین

• اداریہ	از ایڈیٹر	۳
• حدیث الرسول - فاقہ کشی اور اسیری	"	۱۱
• ہمارا مذہب	بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۱۲
• اِنِّیْ اَمُوْتُ وَلَا یَمُوْتُ مُحَبَّتِیْ (عربی نظم)	" " " "	۱۳
• یا نبی اللہ فدائے ہر سر موئے توام (فارسی نظم)	" " " "	۱۴
• خدا تعالیٰ کن سے پیار کرتا ہے۔	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ	۱۵
• بیادِ حسن و احسان محمدؐ	ایڈیٹر	۱۶
• امن کی راہ	"	۲۷
• ایمان کی علامات اور اس کے تقاضے	ابنِ احمد	۳۱

ناشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت . . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۱۵ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۸

وفا ۱۳۵۳ ہش

(۱)

انصار کا ایثار اور فرض شناسی

دعوئے نبوت کے بعد تیرہ سال تک مکہ میں رہنے کے بعد جب خداتعالےٰ کی مشیت کے تحت سرور کونین فخرِ موجودات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مکہ سے ہجرت کرنے والے صحابہ مہاجرین کہلائے اور مدینہ کے مکین انصار۔ اور یہ انصار کا لقب انہیں اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا جس کے معنی مددگار کے ہوتے ہیں بیعتِ عقبہ کے موقعہ پر انصار نے جو عہد و اقرار کیا تھا انہوں نے اسے پورا کر دکھایا۔ بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری میں کچھ انصار ایک جگہ بیٹھے رو رہے تھے۔ ابوبکرؓ اور عباسؓ کا پاس سے گذرے تو رونے کی وجہ پوچھی انصار نے عرض کی کہ حضور کی صحبتیں یاد آرہی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اقدس کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا تو حضور مسجد میں تشریف لائے۔ سر مبارک پر پٹی بندھی تھی۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد حضور پھر منبر پر تشریف فرما نہیں ہوئے اللہ کی تحمید اور ثنا کے بعد فرمایا۔ انصار میرے جسم کا حصہ ہیں

قد قضوا الذی علیھم و بقی الذی لھم

انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ لیکن اس کی جزا ابھی باقی ہے۔ انصار نے اس لقب کا بھی حق ادا کر دیا۔ جب مکہ سے لٹے پٹے مسلمان بے سر و سامان مدینہ پہنچے تو انصار نے اللہ کی راہ میں آنکھیں بچھائیں۔ انہوں نے وہ نمونہ دکھایا۔ اخوت اور بھائی چارے کی وہ مثال قائم کی کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مکہ کے لوگ تاجر تھے لیکن مدینہ کے رہنے والوں کا پیشہ زمینداره تھا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ باغ ہم سنبھالتے ہیں۔ یہ زمینیں لے لیں اور اپنا گزارہ کریں۔ لیکن زمیندارہ سے نامانوس ہونے کی وجہ سے جب مہاجرین نے معذوری

کا اظہار کیا تو انصار نے کہا اچھا ہم پھر باغوں کی آمدنی میں سے اپنے بھائیوں کو ان کا حصہ دیتے رہیں گے۔ مہاجرین کی رہائش کے لئے اپنے مکانوں کے حصے خالی کر دیئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسؓ بن مالک کے مکان پر نوے مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرما دی یعنی ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بھائی چارہ کے عقد میں باندھ دیا۔ اس مواخات کا اثر کیا تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جنگِ بدر تک اگر کوئی انصاری فوت ہوا تو اس کا ورثہ اس کے مہاجر بھائی کو بھی اسی طرح دیا گیا جس طرح اس کے حقیقی بھائی کو۔ حضور نے سعدؓ بن معاذ رئیس انصار اور ابوعبیدہؓ بن جراح فاتح شام کو بھائی بھائی بنایا۔ سعیدؓ بن زید اور ابیؓ بن کعب کے درمیان مواخات قائم کی۔ مکہ میں ظلم و ستم برداشت کرنے والے عمارؓ بن یاسر کو حذیفہؓ بن یمان کا بھائی قرار دیا۔ رات عبادت میں مصروف اور دن کو روزہ رکھنے والے ابو درداءؓ کو سلمانؓ فارسی کا بھائی بنایا جس کو سلمان منّا کا خطاب ملا تھا کہ سلمانؓ ہم سے ہے۔ سعدؓ بن ربیع اور عبدالرحمٰن بن عوف کو عقدِ اخوت میں باندھا۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ربیع انصار میں سے خوشحال اور متموّل تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا۔

هَلُمَّ اُقَاسِمُكَ مَالِی بِنِصْفَيْنِ وَلِی اِمْرَأَتَانِ فَاُطَلِّقُ اِحْدَاهُمَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا تَتَزَوَّجُهَا۔

اے عبدالرحمٰن آ۔ میں اپنا مال دو حصوں میں تقسیم کروں۔ ایک حصہ تم لے لو۔ اور دیکھو میری دو بیویاں ہیں۔ ایک کو میں طلاق دے دیتا ہوں۔ عدت گزارنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔

دیکھئے کیا ایسے ایثار کا تصور بھی اس سے قبل کسی کو آیا تھا۔ اسلام کی محبت۔ فرض کا احساس۔ انصار نام کا تقاضا ہر محبت پر غالب آیا یا نہیں؟ بے شک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو خدا تعالےٰ نے سعدؓ بن ربیع سے بھی زیادہ دے دیا۔ ان کی دولت افسانوی ہو گئی۔ وفات کے بعد ترکہ میں ان کا چھوڑا ہوا سونا کلہاڑوں سے کاٹ کر ان کے رشتہ داروں میں تقسیم کیا گیا۔ ہزاروں مزدور روزانہ ان کے کام پر لگے ہوتے۔ شام سے اونٹوں کے قافلے ان کا تجارتی سامان لے کر آتے۔ انہوں نے سعد بن ربیع کی پیشکش پر فرمایا۔

بارک اللّٰہ فی اھلک و مالک دلونی علی السوق

اے بھائی اللہ تیرے اہل اور مال میں برکت دے۔ مجھے بازار کا راستہ دکھا۔ چنانچہ وہ بازار گئے تجارت شروع کر دی اور چند دنوں میں ایک انصاری عورت سے شادی کر لی۔ ان کے کپڑوں پر حضور نے رنگ کے نشان دیکھ کر فرمایا بہت خوب یہ کیا؟ عرض کی میں نے شادی کر لی۔ فرمایا تم نے مہر کیا رکھا۔ عرض کیا حضور گٹھلی کے برابر سونا۔ فرمایا ولیمہ بھی کرو اور ایک بکری ذبح کرو۔ یعنی اب دو تین آدمیوں کو دعوت پر بلانا تمہارے لئے

کافی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انصار کے مال و اولاد میں بھی برکت دی۔ مہاجرین کو بھی اپنے فضلوں سے نوازا۔ مہاجرین کے دن اللہ کے فضلوں اور ان کی محنت اور کوشش سے بدل گئے۔ لیکن مہاجرین کے لئے جو ایثار انصار نے دکھایا۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کے لئے جس طرح مال و منال کی پیشکش کی۔ وہ تاریخِ اسلام کا زریں باب ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے ایک ہی مطمح نظر تھا اور وہ تھا خدا کو راضی کرنا اور اگلے جہان کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ۔ یہ ایک حقیقت ہے قوموں کے کردار کی تخلیق میں مصائب اور مشکلات سے گذر کر ہی ہوتی ہے۔

(۲)

وہ دُنیا میں رحمت لقب پانے والا

انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر خلیفۃ اللہ بنا کر بھیجا۔ وہ خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور صفاتِ الٰہیہ کا مظہر اتم وہ پاک وجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین کے لقب سے نوازا۔ اسلام کا خدا رحمٰن و رحیم ہے اور اس نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس نے اپنے پاک حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

کہ میرے بندوں کو بتلا دیجئے کہ میں بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہوں۔ اس نے فرمایا رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ حبیب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے رحمت کے سو حصے کئے۔ صرف ایک حصہ دنیا میں بھیجا جس کے سبب یہ مظاہر محبت دنیا میں نظر آتے ہیں۔ فرمایا یہ جو مویشی اپنے نوزائیدہ بچے پر پاؤں نہیں آنے دیتے اور یہ جو ماں کی مامتا کے کرشمے نظر آتے ہیں۔ یہ اسی رحمت کے پرتو ہیں۔ جب ایک حصہ کا یہ کرشمہ ہے تو باقی ننانوے حصوں کی وسعت کا قلب و نظر احاطہ کیسے کر سکتے ہیں۔

محدثین نے احادیث میں چرند و پرند پر شفقت کے باب باندھے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک پرندہ جو ہیں سر گرداں ہے اور چلا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کس نے تکلیف دی ایک نوجوان صحابی نے عرض کی میں نے اس کے انڈے اٹھائے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ حیران و پریشان ہے فرمایا

أُذْكُرْ رَحْمَةً لَّهَا۔ اس پر رحم کرو اور انڈے وہیں رکھ دو۔ حضور نے فرمایا فی کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رطبۃٍ اجرٌ۔ ہر جاندار پر شفقت کا اجر ملے گا۔ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ میں جاہلیت میں پرندوں کو دانہ ڈالا کرتا تھا کیا اس کا اجر ملے گا۔ فرمایا اَسْلَمْتَ بِمَا اَسْلَفْتَ۔ تجھے اسلام کی توفیق اس نیکی کی وجہ سے ملی ہے۔

حدیث میں آتا ہے صادق و مصدوق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے دیکھا کتے کا ایک بچہ کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے خیال کیا یہ شدت پیاس سے ایسا کرنے پر مجبور ہوا۔ وہ کنوئیں میں اتری منہ میں پانی کا بھرا جوتا پڑا اور آکر کتے کے بچے کے سامنے کردیا کتے نے پانی سے اپنی پیاس دُور کی۔ آسمانی قدردان نے اس کے اس فعل کی قدردانی فرمائی اور اسے بخش دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت کو اس لئے خدا نے سزا دی کہ اس نے ایک بلی کو محبوس رکھا اور کھانے پینے کو کچھ نہ دیا اور اسے مار دیا۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ میں بکری کو ذبح کرتا ہوں میں اس پر رحم کس طرح کروں؟ فرمایا چھری تیز کرلے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک بار مجلس میں تشریف فرما تھے ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ آپ احتراماً کھڑے ہو گئے کسی نے عرض کیا حضور یہ تو یہودی ہے۔ فرمایا کیا اس میں جان نہیں۔ ایک مشہور حدیث ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ انسان کو خدا کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں مراد تو یہ ہے کہ انسان اللہ کی صفات کا مظہر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ ہے کہ اس لئے کسی انسان کے منہ پر تھپڑ نہ مارو۔

اللہ! اللہ!! اسلام کی رحمت و شفقت کی یہ تعلیم۔ احترام انسانیت کا یہ درس، رواداری کی یہ تعلیم کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ آپ پر قربان) فرماتے ہیں۔ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ حالانکہ آپ کی فضیلت تمام انسانوں پر نص سے ثابت ہے۔ صرف اس لئے کہ کسی کی دلآزاری نہ ہو۔ تا رواداری کی روشن مثال قائم ہو۔ قرآن کریم میں خداتعالےٰ فرماتا ہے۔

لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ

کہ مشرکوں کو بھی بُرا بھلا نہ کہو ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خدا کو بُرا بھلا کہیں گے۔ اس طرح ہم موجب بن رہے ہوں گے خدا کو بُرا بھلا کہنے کے۔ حضور کی تعلیم رواداری کی یہ تھی کہ عیسائی آپ سے مسجد میں گفتگو کرتے ہیں نماز کا وقت ہوجاتا ہے آپ نماز میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ وہ بھی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں فرماتے ہیں مسجد کے ایک گوشے میں تم اپنی عبادت کرو۔

صوفیاء جو ظاہر سے زیادہ باطن کی صفائی پر زور دیتے تھے ان کے بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ انہوں نے ارکانِ اسلام کی ادائیگی پر بسا اوقات بنی نوع انسان کی ہمدردی کو ترجیح دی اور ان کا یہ فعل بارگاہ الٰہی میں

مقبول ہوا۔
حضرت شیخ فرید الدین عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں حضرت عبد اللہ بن مبارک کا ایک کشف درج کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں :-

" ایک دفعہ حج سے فارغ ہو کر آپ حرم میں ہی سو گئے۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ دو فرشتے آسمان سے آئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا اس سال کتنی خلقت حج کے لئے آئی۔ دوسرے فرشتے نے کہا چھ لاکھ۔ پھر پوچھا کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا۔ اس نے جواب دیا کسی کا حج قبول نہیں ہوا یہ سنکر آپ گھبرا گئے کہ اس قدر خلقت کی سفر کی تکلیفیں اور اخراجات سب اکارت گئے۔ اس کے بعد دوسرے فرشتے نے کہا۔ دمشق میں ایک شخص علی نامی ایک موچی رہتا ہے۔ اگرچہ وہ حج کے لئے نہیں آیا۔ لیکن اس کا حج قبول ہو گیا۔ اور یہ ساری خلقت محض اسی کے طفیل بخشی گئی۔ یہ خواب دیکھ کر آپ جاگے اور دمشق میں جا کر اس موچی کی تلاش کی۔ اس کے گھر کا پتہ کیا۔ علیک سلیک کے بعد فرمایا مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ اور خواب کا سارا واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا آپ کا نام کیا ہے۔ انہوں نے عبد اللہ بن مبارک بتلایا۔ نام سنا تو اس نے بتلایا کہ میں حج کے ارادہ سے ساری عمر چمڑا سی کر تیس ہزار درہم جمع کئے۔ میں حج کے لئے تیار تھا کہ ایک دن بیوی نے کہا کہ ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو آرہی ہے ذرا سا لے آؤ۔ چنانچہ میں ان کے گھر گیا اور تھوڑا سا سالن طلب کیا۔ اس نے کہا یہ گوشت تم پر حلال نہیں کیونکہ سات دن کے فاقہ کے بعد بچوں کی بھوک سے بے تاب ہو کر آج تھوڑا سا مردار پکایا ہے۔ یہ سنکر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ فوراً آکر تیس ہزار درہم لئے اور ہمسایہ کو دے دیئے تاکہ وہ اپنے بال بچوں پر صرف کرے۔ یہ سنکر آپ نے کہا واقعی فرشتوں نے سچ کہا تھا۔"

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے اسلام سلامتی اور امن کا مذہب ہے۔ ہمارا رسول صلے اللہ علیہ وسلم الفت اور شفقت مجسم تھے۔ اسلام محبت کا درس دیتا ہے۔ حضور نے یمن کو جانے والے اپنے دو گورنروں کو نصیحت کی تھی بشرا ولا تنفرا یسرا ولا تعسرا۔ لوگوں کو بشارت سنانا نفرت نہ دلانا اور ان کے لئے آسائش پیدا کرنا، تنگی نہ پیدا کرنا۔

صلاح الدین ایوبی جب صلیبی جنگ لڑ رہا تھا ایک مرتبہ دشمن کا گھوڑا جنگ میں بے کار ہو گیا اس نیک دل نے اپنا گھوڑا دشمن کے لئے بھجوا دیا۔ انہوں نے جنگ کے ایام میں دشمن کی آنکھوں کا علاج کیا۔ غیر مسلموں نے قرآن اور اسلام کی اس تعلیم کی افادیت کو محسوس کیا۔ انہوں نے خدمت خلق، ہسپتالوں بچوں کی

تربیت گاہوں یعنی سکولوں کے ذریعہ لاکھوں لوگوں کے دلوں کو موہ لیا کہ محبت اور محبت کا عمل اپنے آثار چھوڑتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جُبِلَتِ القُلُوبُ علیٰ حبِّ من احسن الیہا۔ دل مائل ہوتے ہیں اس کی طرف جو ان پر احسان کرتا ہے۔

اسلام کی اس تعلیم پر غور کرتا ہوں تو دل سے ہوک اٹھتی ہے۔ اے خداوند عالم! اے خلاق انسان اگر حقوق العباد کی یہ اسلامی تعلیم ہے۔ اگر یہ ہماری میراث تھی۔ اگر ہمارے راہ نما صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم تھی تو ہم اس پر عمل کر کے کب اغیار کے دل جیتیں گے اور تیرے سامنے سرخرو ہوں گے۔ کب محبت کے گیت گائے جائیں گے۔ کب انسان کو یہ احساس کرائیں گے۔ کہ ہمیں تم سے پیار کی تعلیم دی گئی ہے۔ کب ہم ان کو یقین دلا سکیں گے کہ ہم خادمِ انسانیت ہیں۔ ہم امن، محبت کی شمعیں جلانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ بالآخر محبت غالب آئے گی۔ نفرت کے شعلے بجھ جائیں گے۔ یہ معلوم نہیں کہ میری آنکھ دیکھ سکے گی۔ یا نہیں سالک مرحوم نے کہا تھا:

ہمارے دور میں ڈالیں خرد نے الجھنیں لاکھوں
جنوں کی مشکلیں جب ہونگی آساں ہم نہیں ہوں گے

(۳)

تہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مصرعہ کئی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے دہرایا ہے۔ یہی نسخہ کیمیا ہے۔ یہی ہر مشکل کا علاج ہے۔ ۔ مصائب و مشکلات کا آسمانی حل۔ اس کے علاوہ کیا ہے کہ ہم عاجز اور کمزور بندے اس آسمانی بادشاہ کی پناہ میں چلے جائیں۔ ہمارا وجود فنا ہو جائے۔ یہی بقا کا موجب ہے۔ جب کیفیت یہ ہو کہ سے

چلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

جب آگ ہی آگ ہو جب ہر طرف آفات نے منہ کھولا ہو تو عافیت کا حصار سوائے اس مالک حقیقی کے کیا ہے۔ اگر ہماری زندگی کا ہر لمحہ، ہر حرکت، ہر سکون، یہ گواہی دے رہے ہوں کہ ہم مالک حقیقی سے پیار کرنیوالے ہیں۔ ہمارے جسم کے ہر ذرہ سے اس کی ہی ندا آتی ہو۔ اور ہم اس شعر کے مصداق ہو جائیں۔ سے

اِنِّیْ اموتُ ولا یموتُ محبّتی ٭ یدریٰ بذکرکَ فی التراب ندائی

کہ مَیں مر جاؤں گا لیکن میری محبت نہیں مرے گی۔ اور مٹی کے نیچے سے بھی میری آواز تیرا ہی ذکر کر رہی ہوگی

جب ہم ان کے اعمال کو محبوب سبحانی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے تحت بجا لائیں گے تو بموجب آیت قرآنی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ ہم خدا کے حقیقی محبوب بن جائیں گے۔ ہمیں اس بات کا غم نہ ہو کہ کیا ہوتا ہے۔ ہمیں صرف یہی فکر ہو کہ اس حُسنِ ازل کا دامن نہ چھوٹ جائے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی خباب بن عدی کو مقتل میں لے گئے تو انہوں نے قاتلین کی اجازت سے دو نفل نماز پڑھی اور پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے قربانگاہ پر سر رکھ دیا ؎

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاءْ
یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٖ

مجھے پرواہ نہیں جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں کہ کس پہلو میں گرتا ہوں اور خدائے لم یزل اگر چاہے گا تو میرے کٹے ہوئے جوڑوں اور ٹکڑے ہوئے جسم میں بھی برکت رکھ دے گا۔

علاج یہی ہے اور لطف اسی زندگی میں ہے۔ اور جواب یہی ہے کہ ہماری نمازوں میں سوز اور باقاعدگی ہو۔ اگر پہلے تہجد کی عادت نہ تھی تو تہجد کی عادت ڈالی جائے۔ قرآن کی سوز و محبت سے تلاوت کی جائے۔ ایسے سوز سے کہ سننے والے کے اندر قرآن کا عشق سرایت کر جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی زبان پر آئے تو اس جذبہ سے صلے اللہ علیہ وسلم کا ورد ہو کہ سننے والے کا کام و دہن صلے اللہ علیہ وسلم کی لذت سے آشنا ہو جائے۔ اپنے اور بیگانے اعتراف کریں کہ یہ خدا اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا شیدا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب اپنے مکان کے پاس قرآن کی تلاوت فرماتے تو اس سوز و گداز سے تلاوت فرماتے کہ راہ چلتے کھڑے ہو جاتے۔

آپ کسی حالت میں ہوں۔ آپ کو کسی نام سے پکارا جائے۔ آپ کی کیفیت۔ اس عاشق کی ہو جسے لوگوں نے کہا تھا تم اپنی محبوبہ کا خیال ترک کر دو۔ تم اس کی ملاقات چھوڑ دو تو اس نے کہا تھا ؎

اِنْ تَمْنَعُوْا لَیْلٰی وَحُسْنَ حَدِیْثِهَا
فَلَنْ تَمْنَعُوْا مِنِّی الْبُکَاءَ وَالْقَوَافِیَا
فَهَلَّا مَنَعْتُمْ اِذْ مَنَعْتُمْ حَدِیْثَهَا
خَیَالًا یُوَافِیْنِیْ عَلَی النَّأْیِ هَادِیَا

اگر تم لیلیٰ اور اس کے شہر یں ذکر سے مجھے منع کرتے ہو۔ تو میرا رونا اور میرے شعروں کو تو بند نہیں کر سکو گے۔ اور جب تم اس کا ذکر کرنے سے منع کرتے ہو تو اس کے خیال کو کیوں نہیں روکتے۔ جو سیدھا میری ہی طرف آتا ہے۔

پس اے انصار! یہی نسخہ کیمیا ہے کہ ہم اس یار لم یزل میں نہاں ہو جائیں۔ ہم قولاً و فعلاً سچے مسلمان بن جائیں۔ ہم اس خالق حقیقی کو پانے کے لئے خاک میں مل جائیں۔ ہم اسی کو ملجا و ماویٰ بنائیں۔ ہم اس عافیت کے حصار میں آ جائیں۔ اور یہ تبھی ہوگا۔ جب نیک اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں۔ دعائیں، تلاوت نماز، تہجد، ذکر الٰہی سے یہ تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عشاق نے آپ کی مدح میں مختلف زمانوں میں اپنے عشق کا اظہار منظوم کلام میں کیا۔ اسے ایک مضمون "بیادِ حسن و احسانِ محمد" کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے عشاق کے اس کلام میں گہرائی بھی ہے۔ بزرگانِ کرام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق کا اظہار کیا ہے۔ لکھنے والے نے عشق و محبت سے ڈوب کر ہی یہ مضمون لکھا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے مضمون میں درج کیا ہے۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عشق کی آگ کو ہوا دینا ہے خدا کرے ان کی نیک خواہش پوری ہو۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کا علمی پایہ اُمت میں بہت بلند ہے۔ نہ صرف یہ کہ علومِ متداولہ پر آپ کو عبور تھا بلکہ دینی علوم کے لئے جس اصلاحِ نفس کی ضرورت ہے۔ مجاہدات سے آپ نے یہ بھی فضل کی اگلی لئے کہا جاتا ہے کہ ان مجاہدات کے بعد آپ کے علم کی پختگی اور گہرائی میں نمایاں فرق تھا۔ فرقوں کی باہمی آویزش کے بارہ میں ان کی رائے اور مولانا وریا بادی کی تجویز پر مشتمل ایک مضمون قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قرآن اہلِ ایمان سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ وہ ہمیں کیا تلقین کرتا ہے۔ قرآن مجید کی روشنی میں اس پر مشتمل ایک مضمون ایمان کی علامات اور اس کے تقاضے پیش خدمت ہے۔

معذرت

ماہ جون اور جولائی کا پرچہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر اکٹھا شائع کیا گیا۔ لہٰذا ہم انصار اللہ سے معذرت خواہ ہیں:

حدیث الرسولؐ

فاقہ کشی ــ اور ــ سیری

حدیث:۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَۃٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰی رِقَابِنَا فَفَنِیَ زَادُنَا حَتّٰی کَانَ یَکُوْنُ لِلرَّجُلِ مِنَّا کُلَّ یَوْمٍ تَمْرَۃٌ فَقِیْلَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ وَ اَیْنَ کَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَۃُ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَھَا حِیْنَ فَقَدْنَاھَا فَاَتَیْنَا الْبَحْرَ فَاِذَا نَحْنُ بِحُوْتٍ قَدْ قَذَفَہُ الْبَحْرُ فَاَکَلْنَا مِنْہُ ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ یَوْمًا مَا اَحْبَبْنَا۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر بھجوایا۔ اور ہم تین صد تھے۔ ہم نے اپنا زاد راہ خود اٹھایا ہوا تھا۔ پھر ہوا یہ کہ ہمارا زادِ راہ ختم ہوگیا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی کو ایک کھجور روزانہ ملتی تھی۔ اس پر کسی نے کہا اے اللہ کے بندے ایک کھجور سے آدمی کا کیا بنتا ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا اس ایک کھجور کی قدر کا بھی اس دن پتہ چلا جس دن وہ کھجور بھی نہ ملتی تھی یعنی زادِ راہ بالکل ختم ہوگیا تھا۔ لیکن جب ہم سمندر کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک مچھلی سمندر کے باہر پڑی ہوئی ہے جسے سمندر کی کسی لہر نے پھینک دیا تھا۔ چنانچہ ہم تین صد آدمیوں نے اٹھارہ دن تک جتنی چاہی وہ کھائی۔

تشریح:۔ یہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے جس کے امیر ابوعبیدہ بن جراح تھے۔ صحابہ پر سفر میں ایسا وقت بھی آیا کہ ایک کھجور روزانہ راشن میں ملتی تھی۔ پھر جب کھجوریں یعنی راشن بالکل ختم ہوگیا تو گٹھلی چوس چوس کر بعد میں پانی سے پیٹ بھر لیتے۔ لیکن اس کے بعد اللہ نے اتنی بڑی مچھلی کا عطیہ دیا کہ اٹھارہ دن تک سیر ہو ہو کر مچھلی کھاتے رہے۔ اور اس کی چربی کی مالش کرتے۔

تو عسر و یسر کی لہریں آتی رہتی ہیں کبھی آزمائش اور ابتلاء تو کبھی عطایا اور افضال کی بارش۔ کبھی تنگی اور کبھی آسائش، کبھی بھوک اور کبھی سیری۔ ایمان کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ مومن ہر حالت میں راضی بقضا رہتا ہے ؎

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہمارا مذہب

"ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے۔ وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلسنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷ طبع اوّل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

إِنِّيْ أَمُوْتُ وَلَا يَمُوْتُ مُحَبَّتِيْ

مَیں مرجاؤں گا مگر میری محبّت نہ مرے گی۔

إِنِّيْ أَمُوْتُ وَلَا يَمُوْتُ مُحَبَّتِيْ ... يُدْرٰى بِذِكْرِكَ فِي التُّرَابِ نِدَائِيْ

میں مرجاؤں گا مگر میری محبت نہ مرے گی۔ ... میری قبر سے بھی تیری یاد کی ندا پائی جائے گی۔

مَا شَاهَدَتْ عَيْنِيْ كَمِثْلِكَ مُحْسِنًا ... يَا وَاسِعَ الْمَعْرُوْفِ ذَا النَّعْمَاءِ

تجھ سا محسن میری آنکھ نے نہیں دیکھا۔ ... اے بڑی نعمتوں والے اور بڑی بھلائی اور احسان والے

أَنْتَ الَّذِيْ قَدْ كَانَ مَقْصَدُ مُهْجَتِيْ ... فِيْ كُلِّ رَشْحِ الْقَلَمِ وَالْإِمْلَاءِ

میری دل و جان کا مقصد تو ہی ہے۔ ... ہر ایک قلم کی تیزی اور تحریر میں۔

لَمَّا رَأَيْتُ كَمَالَ لُطْفِكَ وَالنَّدَا ... ذَهَبَ الْبَلَاءُ فَمَا أُحِسُّ بَلَائِيْ

جس وقت میں نے تیری بخشش اور کمال لطف دیکھا ہے ... تو سب بلائیں دور ہوگئی ہیں اور بلا کو محسوس بھی نہیں کرتا

إِنِّيْ تَرَكْتُ النَّفْسَ مَعَ جَذْبَاتِهَا ... لَمَّا أَتَانِيْ طَالِبُ الطُّلَبَاءِ

میں نے نفس کو اس کی خواہشوں سمیت چھوڑ دیا ہے۔ ... جس وقت میرے پاس بہت بڑا طالب بن کر آیا۔

مِتْنَا بِمَوْتٍ لَا يَرَاهُ عَدُوُّنَا ... بَعُدَتْ جَنَازَتُنَا مِنَ الْأَحْيَاءِ

ہم ایسی موت مرے ہیں کہ دشمن اسکو دیکھ نہیں سکتا۔ ... ہمارا جنازہ زندوں سے اور بستیوں سے دور رہے۔

لَوْ لَمْ يَكُنْ رَحْمُ الْمُهَيْمِنِ كَافِلِيْ ... كَادَتْ لَعَفَّيْنِيْ سُيُوْلُ بُكَائِيْ

اگر خدا کا رحم میرا محافظ نہ ہوتا تو ... آنسوؤں کے طوفان میری ہستی کی بنیاد کو مٹا دیتے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے توام

اے نبی اللہ میں تیرے بال بال پر فدا ہوں

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے توام
اے نبی اللہ میں تیرے بال بال پر فدا ہوں.
وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار
اگر مجھے ایک لاکھ جانیں بھی ملیں تو تیری راہ میں انکو قربان کردوں

اتباع و عشقِ رویت از رہِ تحقیق ہست
تیری اتباع اور تیرا عشق ہر دل کے لئے
کیمیائے ہر دلے اکسیرِ ہر جانِ فگار
کیمیا اور ہر زخمی جان کے لئے اکسیر ہے.

دل اگر خوں نیست از ہجرت چہ چیز است آں دلے
دل اگر تیری محبت میں خون نہیں تو وہ دل ہی نہیں
در نثارِ تو نہ گردد جاں کجا آید بکار
اور جو جان تجھ پر فدا نہ ہو وہ جان کس کام کی

دل نمے ترسد بمہرِ تو مرا از موت ہم
تیری محبت میں میرا دل موت سے بھی نہیں ڈرتا.
پائیداری ہا ببیں خوش میروم تا پائے دار
میری استقامت دیکھ میں سولی کے نیچے بھی خوش خوش جا رہا ہوں

راغب اندر رحمتت یا رحمۃ اللہ آمدیم
اے اللہ کی رحمت ہم تیرے رحم کے امیدوار ہیں.
اینکہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امیدوار
تو وہ ہے کہ ہم جیسے لاکھوں تیرے در کے امیدوار ہیں

یا رسول اللہ نثارِ روئے محبوبِ توام
اے اللہ کے نبی تیرے پیارے مکھڑے پر نثار ہوں.
وقف راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش است بار
میں اس سر کو جو کندھوں پر بار ہے تیری راہ میں وقف کر دیا

تا بمن نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند
جب سے مجھے رسولِ پاک کا نور دکھایا ہے.
عشقِ او در دل ہمے جوشد چو آب از آبشار
تب سے اس کا عشق میرے دل میں یوں جوش مارتا ہے جیسے آبشار میں سے پانی

خدا تعالیٰ کن سے پیار کرتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

"قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے یہ تعلیم دی ہے اور بڑی تاکید سے ہمارے سامنے یہ مسئلہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اور ظالم کو پسند نہیں کرتا اور نہ رضا اور محبت کا تعلق ظالموں سے رکھتا ہے۔ فرمایا وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ قرآن کریم نے کئی جگہ بعض دوسری باتوں کے ذکر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے پیار نہیں کرتا مثلاً معتدین (حد سے بڑھنے والوں) سے پیار نہیں کرتا۔ قرآن کریم نے کئی جگہ یہ کہا ہے کہ یہ یہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پیاری ہیں۔ مثلاً کہا خدا تعالیٰ متوکلین سے پیار کرتا ہے خدا تعالیٰ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے یا مثلاً کہا کہ خدا تعالیٰ متقیوں سے پیار کرتا ہے۔ میں اس وقت ظلم کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ وہ ظالم سے پیار نہیں کرتا۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس کے پیار کے حصول کیلئے محض مظلوم بن جانا کافی ہے بلکہ جو شخص مظلوم بھی ہے اور اس کے اندر دوسری صفات بھی (جو اللہ کو پیاری ہیں) پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ متقی ہے۔ وہ صابر ہے۔ وہ متوکل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دینے والا ہے وہ آزمائشوں اور امتحانوں اور ابتلاؤں کے وقت ثابت قدم دکھاتا ہے اور وفا کی راہوں کو نہیں چھوڑتا وہ خدا تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دامن پر اس کی گرفت کبھی ڈھیلی نہیں پڑتی۔ اللہ اس سے پیار کرتا ہے"۔

(خطبہ جمعہ ۲۱ احسان ۱۳۵۳ ہش)

بیادِ حُسن و احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

از ایڈیٹر

چودہ سوسال سے جمال محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اطلاع پانے والے آپ کے حُسن وجمال کو بیان کرتے آئے اور بمصداق ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است۔ ہر کسی نے اُس سراپا حسن وجمال کے عشق میں ڈوب کر اپنے اپنے رنگ میں خوب کہا لیکن اس کے باوجود عشاق نے محسوس کیا کہ زبان اس تعریف کو بیان نہیں کر سکی جس کے آپ مستحق تھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ مصرعہ اسی عجز کا اظہار ہے ؎

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

کہ آپ کی تعریف کا حق ادا ہو جائے یہ کہاں ممکن۔ آج کی صحبت میں مختلف عشّاق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی منظوم عقیدت کا ذکر کروں گا۔ موازنہ مقصود نہیں مقصود عشقِ محمدؐ کی چنگاری کو ہوا دینا ہے۔ بخاری میں ایک روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور کے صحابی حضرت معاذؓ صحابہ کو پکڑ لیتے اور فرماتے اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنُ سَاعَۃً" کہ آؤ بیٹھ کر حضور کا ذکر کر کے اپنے ایمان تازہ کریں۔ عشق رسول متاعِ ایمان ہے اسے کاش روزِ محشر جب حضور کا سامنا ہو نمناک آنکھوں سے ماہِ مدنی سے عرض کر سکیں ؎

زچشمم آستیں بردار و گوہر را تماشہ کن

میری آنکھوں سے آستینیں اٹھائیے سرکار اور آنسوؤں کے موتی مشاہدہ کیجئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔ ؎

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ :- اے حسن و جمال کے پیکر اور اے انسانوں کے سردار! تیرے ہی روشن چہرے سے چاند منور ہے۔ آپ کی تعریف کا جو حق ہے وہ ممکن نہیں۔ بات یہاں پر ختم ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے بعد تیری ہی عظمت ہے
شیخ سعدی کے یہ دو شعر ہیں جو زبان زد خواص و عام ہیں آپ فرماتے ہیں :-

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

حضور کی ذات میں بلندی اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ اندھیرے آپ کے جمال سے چھٹ گئے۔ آپ کی تمام عادتیں ہی حسین تھیں۔ درود بھیجو آپ پر اور آپ کی آل پر۔
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی اس رباعی سے ملتا جلتا مضمون ایک عاشق رسول صول مرحوم جناب میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم نے ادا کیا۔ آپ فرماتے ہیں :-

نبوّت کے تھے جس قدر بھی کمال　　وہ سب آپ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال　　ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السّلام

مقدّس حیات اور مطہر مذاق　　اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہانگیر یکراں براق　　کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق
محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السّلام

حضور کے چچا ابو طالب نے آپ کی تعریف میں فرمایا :-

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ
ثِمَالَ الْیَتَامٰی عِصْمَۃً لِّلْاَرَامِلِ

(ابن ہشام جلد اوّل ص۱۶۸ مطبوعہ مصر)

وہ گورا اور سفید تھا اس کے چہرہ کا واسطہ دے کر خدا سے بارش طلب کی جاتی تھی وہ یتامیٰ کی خبر گیری کرنے والے تھے اور بیوگان کے ناصر۔
ایک صحیح انسان اپنوں سے ہی شفقت کرتا ہے کہ صلہ رحمی بھی بڑا اہم خلق ہے۔ لیکن بیگانوں سے حسن سلوک اور پھر شفقت اور ترحم ایک اچھے آقا کا بھی ہے۔ استاد کا بھی ہے۔ باپ کا بھی ہے۔ لیکن جو شفقت اور

بے داغ اور بے لوث محبت کا صدور ماں سے ہوتا ہے۔ اس کی مثال کسی رشتہ اور تعلق میں نہیں۔ حضور کے ترحّم کے اس حسن کو ملاحظہ کرنے والے ایک دل نے یوں اظہار فرمایا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

آں ترحّمہا کہ خلق از وے بدید
کس نہ دیدہ در جہاں از مادرے

وہ شفقت اور ترحم جو مخلوق نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے دیکھا کسی نے دنیا میں ماں سے بھی نہیں دیکھا ہوگا ایک دوسری جگہ فرمایا:

خواجہ و ہر عاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بے کساں را چاکرے

وہ آقا ہونے کے باوجود ہم عاجزوں کے غلام تھے۔ وہ بادشاہ تھے لیکن بے کسوں کے خادم تھے اور انسان کی عظمت کی یہی دلیل ہے کہ پھل دار ٹہنی جھکی ہوئی ہے۔

امیر خسرو نے اس محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن کا تذکرہ یوں فرمایا اور بہت خوب فرمایا:۔

خط سبز ولب لعل و رُخ زیبا داری
حُسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
شیوہ و شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اے محبوب تو چہرہ پر خوبصورت داڑھی، سرخ ہونٹ اور خوبصورت مکھڑا رکھتا ہے۔ تجھے یوسف کا حسن اور عیسےٰ کا دم اور موسےٰ کا ید بیضا عطا ہوا ہے۔ عادات یعنی (معنوی حسن) ظاہری شکل اخلاق اور ہر حرکت و سکون یہ سب چیزیں ان میں الگ الگ تھیں۔ لیکن تو ان سب کا مجموعہ ہے۔ یعنی اگر وہ عادات یعنی اچھے اخلاق کے پھول تھے۔ تو تو ان شمائل کا گلدستہ ہے۔ ایک اَور عاشقِ محمدؐ یعنی بانی سلسلہ احمدیہ اس حسن کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں:۔

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بے شمار
تاجدارِ ہفت کشور آفتابِ شرق و غرب
بادشاہِ ملک و ملت ملجاء ہر خاکسار

اس کی چاہِ ذقن (ٹھوڑی کے گڑھے) میں لاکھوں یوسف مجھے نظر آتے ہیں۔ اور اس کے ایک دم سے بے شمار مسیح ناصری پیدا ہوئے۔ وہ ہفت کشور کا شاہنشاہ اور مشرق و مغرب کا آفتاب ہے۔ دین و دنیا کا بادشاہ اور

ہر خاکسار کی پناہ ہے۔
شاعر نبوی حضرت حسّان نے آپ کے بے مثال حُسن کا یوں تذکرہ کیا۔ ے

وَ اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدَ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

میری آنکھ نے تجھ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا اور عورتوں نے تجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں جنا۔ تو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے۔ گویا کہ جیسا تو نے چاہا تھا تو پیدا کیا گیا۔ کیا عجیب بیان ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا۔
ایک اور موقعہ پر کفار کی ہجو کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ شعر حضرت عائشہ کو بہت پیارا تھا۔ اور آپ اکثر پڑھا کرتیں۔ ے

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَهٗ وَعِرْضِیْ　　لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرا باپ اور اس کا باپ یعنی دادا اور میری عزت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کے سامنے ڈھال بن جائیں گے۔
ایک دوسرے موقعہ پر حضور کی مدح میں یوں گنگناتے ہیں۔

وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهٗ
اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ
اَرَانَا الْهُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ
يَبِيْتُ يُجَافِیْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

ترجمہ:۔ ہم میں خدا کا رسول ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ جب نیکی کی چمکنے والی فجر طلوع ہوتی ہے۔ اس نے اندھے پن کے بعد ہمیں ہدایت دکھلائی۔ پس ہمارے دل اس یقین سے لبریز ہیں کہ جو اس نے فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔ وہ اس حالت میں رات گزارتا ہے کہ اس کا پہلو بستر سے الگ رہتا ہے۔ جبکہ مشرکوں کے بستر ان کے بوجھ سے بوجھل ہو رہے ہوتے ہیں۔
اور وفات نبویؐ پر حسّان نے جو دردناک مرثیہ کہا تھا اس کا یہ شعر تو ہر عاشق رسول کو یاد ہوگا۔ کون ہے جس

کی آنکھیں یہ شعر پڑھ کر نمناک نہیں ہوئیں۔ حسان فرماتے ہیں ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

وفات محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت محب رسول حسان کی نظر بند ہو چکی تھی اس کے باوجود فرماتے ہیں۔ اے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تو میری آنکھ کی پتلی تھا تو فوت ہو گیا تو آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اب جو چاہے فوت ہو جائے مجھے تو تیرا ہی خدشہ تھا۔

بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد ایک بار مسجد میں ٹہل رہے تھے کچھ گنگنا رہے تھے آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ پوچھنے پر فرمایا۔ میں حسان کا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ کاش یہ شعر میں نے کہا ہوتا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت علی کرم اللہ وجہ عاشق رسول نے یہ شعر کہے ؎

مَا غَاضَ دَمْعِيْ عِنْدَ نَائِبَةٍ	إِلَّا جَعَلْتُكَ لِلْبُكَاءِ سَبَبًا
وَإِذَا ذَكَرْتُكَ سَامَحَتْكَ بِهِ	مِنِّيْ الْجُفُوْنُ فَفَاضَ وَانْسَكَبَا
إِنِّيْ أُجِلُّ ثَرًى حَلَلْتَ بِهِ	عَنْ أَنْ أَرَى لِسِوَاهُ مُكْتَئِبًا

(دیوان علی کتب خانہ رحیمیہ ص۲۹)

ترجمہ۔ میرے آنسو کسی مصیبت پر خشک نہیں ہوئے۔ مگر میں نے رونے کے لئے تجھے سبب بنایا۔ جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو پلکیں سخاوت کرتی ہیں اور آنسو بہہ پڑتے ہیں۔ میں عظمت دیتا ہوں اس مٹی کو جس میں آپ کا جسدِ مبارک ہے اس بات سے کہ میں اس زمین کے علاوہ کسی اور جگہ مغموم پایا جاؤں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت محبوب بیٹی لختِ جگر، نورِ نظر حضرت فاطمہ کو وفات کے وقت اپنے پاس بلایا۔ کان میں کچھ کہا۔ بیٹی نے سنا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے پھر بلایا اور آہستہ سے کچھ ارشاد فرمایا۔ روتی بیٹی کے چہرہ پر رونق آگئی اور مسکرا دی۔ حضور کی وفات کے بعد یہ راز بتلایا کہ پہلی بار جب میں کچھ سن کر رو دی تھی تو اس ابا نے فرمایا تھا کہ میں اب اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ اپنے مولائے حقیقی کے سامنے حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے مغموم دیکھا تو فرمایا بیٹی سب سے پہلے رشتہ داروں میں سے تو مجھے ملے گی۔ وفات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ تربت پر آئیں۔ قبر کی مشتِ خاک آنکھوں سے لگائی اور یہ شعر پڑھے ؎

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ
أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

ترجمہ۔ کیا عجب ہے اس پر جس نے آنحضرؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی تربت کی مٹی کو سونگھا ہے کہ اب وہ مدت تک کسی خوشبو کو نہ سونگھے۔ مجھ پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر دنوں پر وہ مصائب ٹوٹتے تو دن راتیں ہو جاتیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی حضورؐ کے فراق کی تپش کو یوں محسوس فرماتے ہیں۔ ؎

يَا سَائِراً نَحْوَ الحِمٰى بِاللّٰه قِفْ فِي بَانِه
وَاقْرأْ طَوَامِيرَ الجَوَى مِنِّي عَلَى سُكَّانِه
اِنْ يَسْئَلُوا عَنْ حَالَتِيْ فِي السُّقْمِ مُنْذُ فَقَدْتُهُمْ
فَالقَلْبُ فِي خَفَقَاتِهِ وَالرَّأسُ فِي دَوَرَانِه
اِنْ تَسْئَلُوا عَنْ دَمْعِ عَيْنِيْ بَعْدَهُمْ قُلْ حَاكِياً
كَالغَيْثِ فِي تَهْتَانِهِ وَالبَحْرُ فِي هَيَجَانِه
لٰكِنَّهُ مَعَ مَا جَرٰى مَشْغُوْفُ حُبِّ المُصْطَفٰى
فَخَيَالُهُ فِي قَلْبِهِ وَحَدِيْثُهُ بِلِسَانِه

ترجمہ۔ اے سبزہ زار کی طرف جانے والے خدا کے لئے اس کے باغ میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف سے دفتر غم اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا۔

• اگر وہ میری بیماری کی حالت کا دریافت کریں جب سے میں ان سے غائب ہوا ہوں تو کہنا دل دھڑک رہا ہے۔ اور سر چکرا رہا ہے۔

• اگر وہ میرے آنسوؤں کا پوچھیں تو کہنا مثل موسلادھار بارش کے ہے اور سمندر کی طرح موجزن ہیں۔

• لیکن وہ محبّ باوجود اس تمام ترماجرا کے فریفتہ ہے عشق محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا پس آپؐ کا تصور دل میں ہے اور زبان پر آپ کا تذکرہ ہے۔

کعب بن زہیر نے فتح مکہ کے موقعہ پر حضورؐ کی خدمت میں ایک قصیدہ پیش کیا جب وہ مندرجہ ذیل شعر پر پہنچے تو حضورؐ نے اپنے دوش مبارک سے چادر اتار کر اس کو دے دی۔ اس لئے یہ قصیدہ ہی قصیدہ بُردَۃ کہلایا کہ "چادر والا قصیدہ" اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو کعب کہتے ہیں:۔ ؎

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَيْفٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک تلوار ہیں۔ جس سے روشنی طلب کی جاتی ہے اور تلوار خالص فولادی (ہند عرب میں ایک علاقہ تھا جہاں کی تلواریں خالص لوہے کی وجہ سے مشہور تھیں) اللہ کی تلوار سے

سونتی ہوئی ہے۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے مدینہ واپس تشریف لائے۔ تو حضرت عباس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کی مدح میں یہ شعر پڑھے تھے۔ ؎

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْاُفُق
نَحْنُ فِي ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِق

• اے آقا صلے اللہ علیہ وسلم جب آپ کی ولادت ہوئی زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے افق بھی روشن ہوگیا۔ پس ہم اس روشنی میں اور نور میں ہدایت کے راستوں میں چلتے ہیں۔

میرے آقا فداہ نفسی و نفوس العالمین جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ سے باہر نکل کر بچوں اور عورتوں نے یہ شعر گا گا کر آپ کا استقبال کیا۔ ؎

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

ترجمہ:۔ ہم پر ثنیات الوداع (مدینہ کے قریب گھاٹی) سے چاند طلوع ہوا۔ ہم پر شکر واجب ہے۔ جب تک اللہ کی طرف بلانے والا بلائے۔ یعنی ہمیشہ شکر واجب ہے۔ اے ہماری طرف بھیجا جانے والے تو ایک ایسی بات لایا ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔

عشق مسافت کا بُعد اور زمانے کے فاصلے نہیں دیکھتا اور حسن محمد تو دور زمانہ سے وسیع ہی ہوا۔ آپ کے حسن ظاہری و معنوی کو دیکھنے والے مرزا غلام احمد علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار عاجز از مدحش زمین و آسماں و ہر دو دار
آں مقامِ قرب کو دارد بدلدارِ قدیم کس نداند شانِ آں از واصلانِ کردگار
آں عنایت ہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو کس بخوابے ہم نہ دیدہ مثل آں اندر دیار
سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقاں آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

احمدؐ آخر زماں کو اوّلیں جائے فخر آخریں را مقتدا و ملجا و کیف و حصار

صدر بزمِ آسماں و حجۃ اللہ بر زمیں ذاتِ خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

حُسنِ روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب خاکِ کوئے او بہ از صد نافہ مشکِ تتار

ترجمہ:۔ مجھ سے اس عالی قدر سردار کی تعریف کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہان عاجز ہیں۔

• قرب کا وہ مقام جو آپؐ محبوبِ ازلی کے ہاں رکھتے ہیں اس کو تو واصلانِ بارگاہِ الٰہی میں سے بھی کوئی نہیں جانتا
• وہ مہربانیاں جو محبوبِ ازلی اس پر فرماتا رہتا ہے۔ وہ دنیا میں کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھیں۔
• وہ خاصانِ حق کا سردار اور عاشقانِ الٰہی کی جماعت کا بادشاہ ہے۔ جس کی روح نے معشوق کے وصل کے ہر درجہ کو طے کر لیا ہے۔
• احمد آخر الزمان جو پہلوں کے لئے بھی فخر کی جا ہے اور پچھلوں کے لئے پیشوا۔ جائے پناہ، جائے حفاظت اور قلعہ ہے۔
• وہ آسمانی مجلس کا میرِ مجلس اور زمین پر اللہ کی حجت ہے۔ نیز ذاتِ باری کا عظیم الشان مضبوط نشان ہے۔
• اس کے چہرہ کا حسن سینکڑوں چاند اور سورج سے بہتر ہے۔ اس کے کوچہ کی خاک تاتاری مشک کے سینکڑوں نافوں سے زیادہ خوشبودار ہے۔

آپ فرماتے ہیں:۔ ؎

اوچہ مے دارد بمدحِ کس نیاز مدحِ اُو خود فخرِ ہر مدحت گرے
ہست اُو در روضۂ قدس و جلال و از خیالِ مادحاں بالاترے

• اس محبوبِ سبحانی کو کسی کی تعریف کی کیا حاجت ہے؟ اس کی مدح ہر مدح کرنے والے کے لئے باعث فخر ہے
• وہ پاکیزگی اور جلال کے گلشن میں متمکن ہے۔ وہ تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بالاتر ہے۔

حضورؑ کے جمال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است ✣ خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب شنیدم بگوشِ ہوش ✣ در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم ✣ یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

• میرے جان و دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں اور میری خاک آلِ محمدؐ کے کوچہ پر قربان ہے۔
• میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا اور عقل کے کانوں سے سنا۔ ہر جگہ محمدؐ کے حسن و جمال کا شہرہ ہے۔
• معارف کا یہ دریا رواں جو میں مخلوق کو دے رہا ہوں۔ یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔

ایک اور شعر میں اپنے مسلک اور موقف کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم ؛ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

• خدا کے بعد میں محمدؐ کے عشق میں سرشار ہوں۔ اگر یہی کفر ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔

پہلا مصرعہ اس شعر کا اور سعدی علیہ الرحمۃ کا وہ مصرعہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ایک ہی مفہوم رکھتا ہے آپ فرماتے ہیں ؎

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفیٰ ؛ ایں است کام دل اگر آید میسّرم

میری جان محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی راہ میں فدا ہو۔ میرے دل کی یہی خواہش ہے کاش میسر آجائے۔

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کے مفہوم کو اس شعر میں آپ نے بیان فرمایا ہے ؎

آنکہ دستِ پاک او دستِ خدا است
چوں تواں گفتن کہ از روحش جدا است
آنکہ ہر کردار و قولش دینِ ما است
یک دم از جبریل بُعدش چوں روا است

وہ (برگزیدہ ہستی) جس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، جس کی بابت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ روح القدس سے الگ ہے وہ جس کا ہر قول وفعل ہمارا دین ہے۔ تو ایک دم کے لئے بھی جبریل سے اس کی جدائی کیونکر جائز ہو سکتی ہے گویا جبریل تو ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔

مضمون لمبا ہو رہا ہے اور عشق کے نغمے بے شمار "دامانِ نگاہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار" والی بات ہے اپنی ایک فارسی نظم میں فرماتے ہیں ؎

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ؛ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف ؛ کہ گردد از محبانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ؛ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ؛ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ؛ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

ترجمہ:۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور ہے اور محمدؐ کی معدن (کان) میں عجیب وغریب لعل ہے • دل اس وقت ظلمت سے پاک ہے۔ جب وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوں میں داخل ہو۔

• اگر تو نفس کی مستی سے نجات چاہتا ہے تو آ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مستانوں میں داخل ہو جا۔
• اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تیری تعریف کرے تو تو دل سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مدح خواں بن جا۔
• اگر تو آپ کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا۔ کیونکہ محمد کی دلیل تو محمد ہی ہے۔
اس نظم میں آپ فرماتے ہیں ؎

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ ٭ نباشد نیز شایانِ محمد

• اگر اس راہ میں سو جان سے بھی قربان ہو جاؤں تب بھی افسوس رہے گا کہ محمد کی شان شایاں ہدیہ پیش نہیں کر سکا۔
آپ کا کلام حضور کی شان میں اردو میں بھی ہے۔ عربی میں بھی۔ آپ اردو کلام میں فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے۔
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔

آپ فرماتے ہیں ؎

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے ٭ کہ وہ کوئے صنم کا راہ نما ہے

عربی کلام میں فرماتے ہیں:- ؎

واللهِ انّ محمداً كردافةٍ ٭ وبه الوصول لِسُدّة السلطان

خدا کی قسم محمدؐ خدا کے نائب ہیں۔ اب خدا تک آپ کی وساطت سے ہی پہنچا سکتا ہے۔
فرمایا:- وماهو الا نائبُ اللهِ في الورٰى
وفاقَ جميعاً رحمةً وَ تودّدً

• وہ خدا کا نائب اس کی مخلوق میں ہے اور رحمت اور مہربانی میں سب سے بڑھ گیا ہے۔
آپ نے اپنے منثور کلام میں اور منظوم کلام میں حضور کے حسن و جمال اور اپنی آپ سے شیفتگی کا ذکر فرمایا اور جس طرح پہلے عشاق نے اس راہ پر قدم زن ہونے کے بعد اپنی درماندگی کا اظہار یوں کیا تھا ؎ لا يُمكِنُ الثَّنَاءَ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
کہ آپ کی مدح کا حق ادا نہیں ہو سکا۔
آپ ایک دوسرے رنگ میں فرماتے ہیں ؎

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

میرے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو سوائے خداوند ذوالعرش کے کون جان سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے جدا ہوگئے کہ درمیان سے میم گر گئی۔ گویا احمدؐ یوں فنافی اللہ ہوئے کہ اس مقام پر پہنچ کر وہ احد ہو گئے۔

اور سرورِ کائنات فخرِ موجودات، خاتم النبیین، شفیع المذنبین کے اس مدحت گر کا مقام ان کے اپنے کلام کے لحاظ سے یہ ہے کہ آقا بحرِ مواج ہیں اور آپ اس میں سے ایک قطرہ ہیں۔ اے اللہ ہم امتیوں کو ان گروہ عاشقانِ نبوی کے طفیل عشق رسول عربی عطا فرما۔ میرا ایمان ہے اگر قیامت کے دن میرا دامن عشق رسول کی اتباع سے لبریز ہوا تو میرے عمل کی کمی کی تلافی ہو سکے گی۔ حدیث میں آتا ہے کہ صحابی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی۔ ہادی برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا پوچھتے ہو۔ کچھ اس کے لئے تیاری بھی کی۔ عرض کیا۔ میں نماز روزے کا بھی شاید بڑا ذخیرہ نہ رکھتا ہوں۔ لیکن آپ سے محبت ضرور کرتا ہوں۔ فرمایا پھر المرء مع من احبّ۔ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ اے مولا میرا دامن عشق رسول کی متاع بے بہا سے بھر دے۔ یہی چیز قیامت کے دن ہمارے میزان کے پلڑے کو جھکا دے گی۔

ماہانہ رپورٹ کارگزاری انصار اللہ

انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹ کارگزاری باقاعدگی کے ساتھ مرکز میں بھجوانی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر مرکز کو انصار اللہ کے بارہ میں مجالس کی مساعی کا علم نہیں ہو سکتا۔ جو مجالس ایسا نہیں کرتیں۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ مستقل طور پر ایسا انتظام کریں کہ ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ بروقت ان کی رپورٹیں مرکز میں پہنچتی رہیں۔ ماہ جولائی کی رپورٹیں زیادہ سے زیادہ ۱۰ اگست تک پہنچ جانی چاہئیں۔ جزاکم اللہ
اگر آپ نے اس وقت تک ماہ وفا / جولائی کی رپورٹ نہیں بھجوائی تو جلد بھجوا دیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

امن کی راہ

امام غزالیؒ کا مسلک — اور — مولانا دریابادی کی تجویز

از ایڈیٹر

مسلمان مذہبی طور پر کئی فرقوں میں منقسم ہیں۔ اہلِ علم نے ان تمام فرقوں کے نظریات وعقائد مختلف کتب میں محفوظ کئے ہیں۔ الفرق بین الفرق، التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ، الملل والنحل کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے۔ کہ اختلاف کبھی فقہ کی بناء پر ہوا کبھی علم کلام یعنی عقائد کی بناء پر ہوا۔ یہ اختلاف کبھی اتنی شدت اختیار کر گیا کہ صرف اس مسئلہ پر کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق کئی آدمی قتل کئے گئے (شرح عقائد نسفی ص۵) آج عام آدمی اس مسئلہ کو سمجھ بھی نہیں سکتا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ قرآن کو مخلوق مانا جائے یا غیر مخلوق اور کہا یہ جاتا کہ قرآن کو اگر حادث مانا جائے۔ تو یہ قرآن کی نعوذ باللہ ہتک ہے۔ یہ خالص ایک فلسفیانہ مذاق کی بحث تھی۔ علم کلام جب ایجاد ہوا۔ یعنی جس علم میں اپنے عقائد پر عقلی و نقلی دلائل جاتے اور دوسروں کے اعتراضات کے جوابات تو محدثین نے متکلمین پر فتوے لگائے۔ جب مامون عباسی کے زمانہ میں یونانیوں کے رد کے لئے منطق و فلسفہ کا مطالعہ ضروری سمجھا گیا تو منطقیوں کا مقاطعہ کیا گیا۔ "ایمان بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے" کے نظریہ پر ائمہ کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ خدا جوہر ہے یا عرض کی بحثوں نے طول کھینچا تو ایک فریق نے دوسرے کے متعلق اللہ کی توہین کے فتوے لگائے۔ آمین بالجہر اور رفع یدین پر اس ملک میں کیا ہنگامے نہیں ہوئے۔ حاضر و ناظر کے مسئلہ پر کیا کیا آگ زبانوں نے نہیں اگلی۔ وحدت الوجود اور وحدت شہود کے مسئلہ نے کیا طول نہ کھینچا تھا۔ خدا کی صفات عین ذات میں یا خارج از ذات کی بحثوں نے کتنے مکاتب خیال پیدا کئے۔ علامہ شبلی نے اپنی کتاب الکلام میں تسلیم کیا کہ بعض اوقات عقائد میں یہ اختلاف سیاسی وجوہ سے ہوتا۔ حکومت سے اختلاف یا بغاوت کے لئے کسی مذہبی مسئلہ کو آڑ بنا لیا جاتا۔ (الکلام ص۱۷) دینی نظریات میں اختلاف کے اسباب بیان کے بعد علامہ شبلی لکھتے ہیں:-

"ان اختلافات کا پیدا ہونا محل تعجب نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اختلاف کے متعدد قدرتی اسباب موجود تھے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہر فرقہ دوسرے فرقہ سے جس مسئلہ سے مختلف تھا اسی کو اسلام اور کفر کی حد فاصل قرار دیتا تھا۔"
(الکلام شبلی ص۲۳ مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۹۰۷ء)

مذہبی اختلاف میں یہی وہ نامناسب طرز عمل ہے جس نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کیا۔ اور ناقابل تلافی حد تک مسلمانوں کے ملی شیرازہ کو منتشر کیا۔ عقائد میں اختلاف اگر جائز حدود کے اندر ہو تو علمی ترقی کے لئے بھی مفید ہے۔ لیکن جب اس اختلاف کی بناء پر دوسرے کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات کو ابھارا جائے تو یہ نہ تو کوئی علمی خدمت ہے۔ اور نہ علمی ترقی میں یہ امر ممد۔ بلکہ وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے اس کا حل تو ائمہ نے یہ تجویز کیا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے۔ چنانچہ علامہ شبلی لکھتے ہیں:-

"پانچ چھ سو برس سے عقائد کا یہ مسئلہ مسلّمہ ہو گیا ہے کہ لا نکفر احداً من اھل القبلۃ یعنی اہل قبلہ (جن میں بہتر دل فرقے داخل ہیں) میں سے ہم کسی کو کافر نہیں کہتے۔" (الکلام ص۲۶)

علامہ شبلی نے امام غزالی پر جو کتاب الغزالی کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں امام غزالی کا یہی مسلک آپ نے بیان فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:-

"غرض تکفیر کی جو جو وجہیں لوگوں نے قائم کی تھیں۔ امام صاحب نے سب کو رد کیا اور قطعی دلائل سے ثابت کیا کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں۔ اور اسلامی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں۔ آپس میں جو اختلافات ہیں وہ اصل اسلام سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ اجتہادی اور فرعی باتیں ہیں جن کی ان سے آگے نہیں بڑھتی۔ کہ ان میں سے ایک صحیح ہو اور دوسری غلط۔ امام صاحب نے یہ فیاضی اپنے ہم مذہبوں پر محدود نہیں رکھی۔ بلکہ ان کی رائے میں بجز ان کفار کے جن کے سامنے اسلام کی حقیقت پورے طور پر ظاہر کر دی جائے۔ اور پھر وہ ایمان لائیں۔ باقی سب معذور ہیں۔ چنانچہ رسالہ التفرقہ میں لکھتے ہیں۔ بل اقول اکثر نصاری الروم والشرک فی ھذا الزمان تشملھم الرحمۃ انشاء اللہ تعالےٰ

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اکثر نصاریٰ روم اور ترک جو ہمارے زمانہ میں ہیں ان کو رحمتِ الٰہی انشاء اللہ شامل ہوگی۔

امام صاحب کی اس فیاضِ طبعی پر اگرچہ ابتدا میں بہت مخالفت ہوئی لیکن بالآخر یہ

علم کلام کا مسئلہ مسلّمہ بن گیا کہ اہلِ قبلہ جس قدر ہیں سب مسلمان ہیں چنانچہ علم کلام کی تمام کتابوں کا خاتم اسی مسئلے پر ہوتا ہے"

(الغزالی للشبلی ص۲۰۴ مطبوعہ نامی پریس کانپور ۱۹۰۲ء)

ایک حل تو یہ ہے جو امام غزالی نے پیش کیا۔ اور ایک حل ہمارے زمانہ کے ایک بزرگ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر صدق نے پیش کیا۔ مولانا کا شمار پاک و ہند کے ممتاز اہلِ قلم میں ہوتا ہے۔ آپ کے رشحات قلم ملک کے مؤقر جرائد نقل کرتے ہیں۔ مولانا عقائد کے لحاظ سے جماعت احمدیہ سے متفق نہیں لیکن سچی بات وہ اکثر کہتے رہے۔ تنگ نظری اور عصبیت کی بجائے وسعت نظر انہیں ودیعت ہوئی۔ انہوں نے فرقوں کے باہم نزاع کو روکنے کے لئے یہ تجویز پیش فرمائی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"یہ مصیبت پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے کہ مدعی کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے دعوے کو جھٹلا کر اس کی مرضی کے خلاف کچھ باتیں منسوب کر دی جاتی ہیں اور پھر ان پر سوال و جواب کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ مدعی ہزار چلائے کہ بھائی جو الزام تم لگاتے ہو۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ مگر اس کی کوئی نہیں سنتا۔ مخالف کو اصرار ہے کہ اس نے جو الزام لگایا ہے وہی صحیح ہے اور انکار ناقابلِ تسلیم مدعی دم بخود ہے کہ کیا کرے۔ وہ قسمیں کھاتا ہے خدا کو گواہ کرتا ہے۔ غلط الزام پر لعنت بھیجتا مگر مخالف پر ذرا اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے حریف کے منہ سے وہی بات کہلوانا چاہتا ہے۔ جسے وہ خود نہیں مانتا۔ صرف اس لئے کہ چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ قائم رہے۔ اور دوسرے کی تکفیر اور مخالفت کا بہانہ مل جائے ..... میری تحقیق یہ ہے کہ اگر ہر زمانہ میں قائل کو اپنے قول کی تشریح کرنے کا حق دیا جاتا۔ اور اس کی طرف وہ باتیں منسوب کی جاتیں جس سے وہ خود انکار کرتا ہے۔ اور یہ بات اصولاً اور عملاً تسلیم کر لی جاتی کہ قول وہی مانا جائے گا جس کا اقرار خود مدعی کرے۔ تو شائد اسلامی فرقوں کی تعداد زیادہ نہ ہوتی۔ آخر اس صاف اور صریح بات کے ماننے میں تامل کیوں

ہے کہ قائل کا قول ہی قابل قبول ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے قول کی آپ تشریح کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے نہ مانا جائے۔" (صدق جدید ۲ رمارچ ۱۹۵۰ء)

یوں مولانا پہلے شخص نہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہے۔ یہ مشہور مقولہ ہے کلام کا تعتبیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ درست نہیں جس کا قول ہے اس کے بارہ میں کی ہی تشریح قابل قبول ہوگی ہر فرقہ ہر فرد اپنے عقائد بیان کرے۔ اور اسی کی وہی تشریح قابل قبول ہو جو وہ کرتا ہے۔ دوسروں کے عقائد آپ بیان کریں گے۔ تو آپ اپنی مطلب برآری کے لئے اسے صحیح رنگ میں پیش نہیں کریں گے۔ مذہب اور علم کلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اس امر سے خوب واقف ہے کہ دوسروں کے مسالک اور مذہب کو بیان کرتے وقت ان کی منشاء کے خلاف کہا گیا۔ اور پھر چھوٹے چھوٹے اختلافات کی بنا پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ اور قتل وغارت تک نوبت پہنچائی گئی۔

یہ اصل کہ ہر ایک اپنی تعلیم اور عقائد خود پیش کرے۔ اس کی تشریح بھی وہ خود کرے نہ کہ مخالف۔ دوسروں کے عقائد مخالف کیمپ سے پیش نہ کئے جائیں ایک ایسی امن کی راہ ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو فرقوں کے درمیان آویزش ختم ہو سکتی ہے۔ اہلِ قبلہ کی تکفیر سے پرہیز کیا جائے۔ مخالف کو اپنے عقائد اور مسالک کے اظہار کی دعوت دی جائے۔ اپنی تشریح اس کے منہ میں نہ ڈالی جائے۔ جو شخص علم کلام کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا مسلمانوں کے فرقوں کی باہمی آویزش کی تحقیق کرے گا۔ وہ امام غزالی اور مولانا دریابادی کے ان خیالات کو دل میں جگہ دے گا۔

امتحان انصار اللہ سہ ماہی دوم کے لئے ضروری اعلان

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا امتحان سہ ماہی دوم جو مورخہ ۲۶/۲۸ وفا/جولائی کو منعقد ہونا تھا۔ موجودہ حالات کی وجہ سے غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے نئی تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ مجالس مطلع رہیں۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ایمان کی علامات اور اُس کے تقاضے

ابن احمد

دل سے تصدیق کے بعد صرف یہ اقرار کر لینا کہ خدا موجود ہے اور اس کا رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم برحق ہے کافی نہیں قرآن مجید کے سات سو احکام ہیں جن کی تعمیل منشاء خداوندی ہے۔ قرآن مجید خدائے لم یزل کی آخری اور کامل شریعت ہے۔ یہ انسان کے لئے ضابطۂ حیات ہے۔ اس کے تمام احکام کی تعمیل اور نواہی سے رکنا ایک مومن کا فرض ہے۔ ایمان کی علامات اللہ تعالےٰ نے کیا بیان فرمائی ہیں۔ وہ مومن سے کیا چاہتا ہے۔ اسی نکتہ نگاہ سے آغاز قرآن سے سورہ اعراف تک مطالعہ کیا تو یہ معلوم ہوا۔

(۱)

مومن خدا کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کو راہِ حق میں صرف کرتا ہے۔

فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ (البقرہ آیت ۴)

ترجمہ۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز سنوار کر ادا کرتے ہیں اور خدا نے جو دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔

یہاں صرف مال خرچ کرنا مراد نہیں۔ علم، صحت، ذہانت، اعلیٰ قوتیں یہ سب خدا کے لئے اس کے دین کے لئے صرف ہونے چاہئیں۔ یہاں ایمان کا تقاضا نماز کو سنوار کر ادا کرنا اور باجماعت نماز ادا کرنا بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۲)

مومن آخرت پر یقین رکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۵)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف نازل کیا گیا اور تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ایمان کا تقاضا آخرت پر صرف ایمان نہیں یقین ہے۔ آخرت پر ایمان اور ایقان۔ انسان کو استحکام اور ثبات عطا کرتا ہے۔ آخرت کا یقین انسان سے گناہ چھڑواتا ہے اور اللہ کے در پر لے آتا ہے۔ اگر آخرت کا یقین ہوجائے تو دنیا کی محبت سرد ہوجائے۔ قوت یقین کے بارہ میں اور آخرت کے بارے میں مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی کتب میں کچھ فرمایا ہے۔

۳

مومن اعمال صالحہ بجالاتا ہے اور اس کو خوف و حزن نہیں ہوتا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصَّابِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۶۳)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہود و نصاریٰ اور صابی ہوئے۔ ان میں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے مناسب حال اعمال کئے۔ ان کا اجر ان کے خدا کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف و حزن نہیں۔

اس آیت میں ایمان کا ایک تقاضا اعمالِ صالحہ بیان کیا ہے۔ اگر ایمان کے نتیجہ میں اس کے اعمال کے اندر نیک تغیر پیدا نہیں ہوتا تو ایمان نہیں اور دوسری علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ نہ انہیں گزشتہ کا غم ہوتا ہے نہ آئندہ کا خوف۔ مومن کی تو جان تک خدا کی راہ میں چلی جائے تو بھی وہ یہ کہتا ہے؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ان دنوں میں ایمان کے اس مظاہرے کو ہم نے مشاہدہ کیا۔ اگر حقیقی ایمان ہے تو مال و متاع اور جان سب خدا کے عطا یا تھا۔ پھر اگر اس نے یہ واپس لے لئے تو خوف و حزن کیسا۔

(۴)

مومن تقویٰ اختیار کرتا ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (البقرہ آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اگر وہ ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں تو خدا کے ہاں ثواب بہتر ہے۔ کاش وہ جانیں

تقویٰ کے متعلق کشتی نوح اور دوسری کتب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت کچھ فرمایا ہے ایمان کے نتیجہ میں وہ ملکہ پیدا ہونا چاہیئے۔ جو ہر گناہ سے روکتا ہے۔ تقویٰ ہی ہر نیکی کی جڑھ ہے۔ اور دوسری علامت اس آیت میں ایمان کی یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ ثواب کی امید خدا سے ہی رکھی جائے نیکی کر اور کنوئیں میں ڈال پر عمل ہو۔

(۵)

مومن صبر اور دعا سے کام لیتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۵۴)

ترجمہ۔ اے ایماندارو صبر اور دعا سے مدد چاہو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مصیبت کو برداشت کرنا اور اس پر جزع فزع نہ کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ مصائب اور تکالیف کو سوائے خدا کے کون دور کر سکتا ہے۔ سو اسی سے دعا کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ہے

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

(۶)

مومن طیّب کھاتا اور شکر کرتا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٥ (البقرہ آیت ۱۷۲)

ترجمہ:۔ اے ایماندارو! پاکیزہ رزق کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا ہے اور اللہ کا شکر کرو۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس میں ایمان کی ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ نہ صرف حلال کھاتا ہے بلکہ طیّب کھاتا ہے (شک سے بالا رزق) اور پھر خدا کا شکر کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ہے کہ آپ نے ساری عمر مشکوک رزق نہیں کھایا۔ پھر یہ بلیک مارکیٹ ذخیرہ اندوزی، اور جس طرح مال اکٹھا ہو سکے کیا جائے۔ مومن کا شیوہ نہیں۔

(۷)

مومن فرمانبردار ہوتا ہے اور بری باتوں سے بچتا ہے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۔ (البقرہ آیت ۲۰۹)

ترجمہ:۔ اے ایماندارو! تم سب کے سب فرمانبرداری کے دائرہ میں آجاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔

اس میں یہ بھی بتلایا کہ صرف تمہارا فرمانبردار بن جانا کافی نہیں۔ سب کو فرمانبردار بناؤ۔ بغاوت، سرکشی، عدم تعاون سے قوم کو بچاؤ۔ کافۃً کے لفظ اس پر دال ہیں۔ اور فرمایا شیطان کی پیروی نہ کرو۔ شیطان نے سرکشی اور بغاوت کی بناء پر ہی یہ نام پایا تھا۔ اور یہ بھی کہ طبیعت میں تحمل اور بردباری اور انکساری ہو۔ خلقتنی من نارٍ و خلقتہٗ من طین۔ وہ مٹی ہے اور میں آگ شیطان کا نعرہ تھا۔ انا خیرٌ منہٗ۔ میں اس سے بہتر ہوں کا نعرہ مومن نہیں بلند کرتا۔

۸

مومن "متی نصر اللہ" پکارتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۤءُ وَالضَّرَّاۤءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (البقرہ آیت ۲۱۵)

ترجمہ:۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے۔ اور ابھی تم پر تم سے پہلوں کی حالتیں وارد نہیں ہوئیں۔ انہیں تنگی اور تکلیفیں آئیں۔ اور وہ ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ رسولِ خدا اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے نے کہا کہ کیسی مدد کب آئے گی۔ سنو! اللہ کی مدد قریب ہے۔

جب مضطر ہو کر مومن یہ نعرہ بلند کرتا ہے متی نصر اللہ تو خدا فرماتا ہے ہماری مدد قریب آتی ہے حدیث میں آتا ہے۔ مومن کی دعا اور عرش کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ کسی عرب شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔ ؎

وَاحْذَرْ مِنَ الْمَظْلُوْمِ سَهْمًا صَائِبًا
وَاعْلَمْ بِاَنَّ دُعَاءَهٗ لَا يُحْجَبُ

مظلوم کے اچانک آ لگنے والے تیر سے بچ اور یاد رکھ کہ اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

۹

مومن رحمتِ باری کا امیدوار ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰۤئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۹)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا وہی لوگ خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

مومن ہجرت بھی کرتا ہے یعنی ہر اس بات کو چھوڑتا ہے جس سے خدا نے منع کیا اور یہ بھی معنے ہیں کہ وہ گھر بار سے محبت نہیں کرتا۔ دین سے محبت کرتا ہے۔ اور رحمتِ باری کا امیدوار رہتا ہے یعنی وہ "قنوطیت" یعنی نا امید کبھی نہیں ہوتا۔ حدیث میں آیا ہے۔ الایمان بین الخوف والرجآ ایمان یہی ہے کہ خوف بھی رہے۔ لیکن ایمان کے دامن کو ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑے۔

(۱۰)

مومن خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ٥

(سورۃ البقرہ آیت ۲۵)

ترجمہ:۔ پس جب (طالوت) اور جو ان کے ساتھ تھے وہاں سے گزرے۔ انہوں نے کہا ہم میں آج جالوت سے اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ان لوگوں سے جو خیال کرتے تھے کہ وہ خدا سے ملنے والے ہیں۔ کہا کتنے چھوٹے گروہ ہوتے ہیں جو بڑوں پر غالب آتے ہیں خدا کے حکم سے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ مومن سامان پر نہیں، خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ اسی پر توکل کرتا ہے۔

(۱۱)

مومن راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ

الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۲۵۵)

ترجمہ:۔ اے مومنو! خرچ کرو اس سے جو ہم نے تم کو دیا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی بیع کام آئے گی نہ دوستی اور کوئی سفارش ہو سکے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔

اس میں مومنوں سے کہا ہے کہ اپنی زندگی میں نیکیاں بجالاؤ۔ کافر کی یہ علامت۔ حدیث میں آئی ہے کہ موت کے وقت کہتا ہے یہ فلاں کو دے دو۔ یہ فلاں کو۔ مومن حالت صحت میں خرچ کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ زندگی بھر تھیلی کا منہ باندھ رکھتا ہے۔ اور وقت وفات دان کے لئے اس کا منہ کھولتا ہے۔

(۱۲)

مومن روشنی اور نور کا متلاشی ہوتا ہے

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(سورۃ البقرہ آیت ۲۵۸)

ترجمہ:۔ اللہ مومنوں کا دوست ہے انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست شیطان ہیں جو ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف دھکیلتے ہیں وہی لوگ جہنمی ہیں اس میں لمبا عرصہ رہیں گے۔

مومن نور یعنی روشنی کا متلاشی ہوتا ہے جبکہ کافر تاریکی کا فرزند۔ نور کیا ہے خدا کی طرف سے نبی وقت کے ذریعہ جو ہدایت اور روشنی عطا ہوتی ہے۔ اور تاریکی جہالت اور رسومات اور بدعات کی پابندی۔

(۱۳)

مومن احسان نہیں جتلاتا نہ ایذا پہنچاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ آیت ۲۶۵)

ترجمہ۔ اے ایماندارو اپنی نیکیوں کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو۔

راہِ خدا میں خرچ کی توفیق پانا یا نیک کام کی توفیق خدا کا ہم پر احسان ہے نہ کہ کسی سے نیکی کرنا ہمارا اس پر احسان ہے۔ نیکی کرکے جتلانا یا احسان کے بعد اسے ایذا پہنچانا تو اپنی نیکیوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

(۱۴)

مومن خدا کی راہ میں پاک مال خرچ کرتے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (البقرۃ آیت ۲۶۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہے اس میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے نکالا ہے پاکیزہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور ایسی بُری چیزوں کا انتخاب خرچ کے لئے نہ کیا کرو کہ جسے تم خود بھی نہیں لیتے سوائے اس کے تم چشم پوشی سے کام لو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بہت ہی حمد کا مستحق ہے۔

یہاں مومنوں کو کہا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں پاک مال خرچ کرو۔ ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا کیا ثواب۔ مثلاً کوئی یہ سمجھتا ہے کہ چلو رشوت لے لی۔ ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال غرباء میں خرچ کر دیں گے۔ یا چندہ دے دیں گے۔ اس سے اہلِ ایمان کو منع کیا ہے۔

(۱۵)

مومن اپنے مال میں سے غرباء کا حق نکالتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۶)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے مناسب حال اعمال کئے اور نماز سنوار کر ادا کی۔ اور انہوں

نے زکوٰۃ ادا کی۔ ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے۔ اور ان پر کوئی خوف و حزن نہیں
اعمال صالحہ سے مراد ایسے اعمال ہیں جو وقت کے تقاضوں کے مطابق ہوں۔ جہاد کے وقت میں روزے اور چلہ کشی اعمال صالحہ نہیں۔ جیسے کہ رمضان میں تفریحی سفر پر روانہ ہوجانا۔ اور روزے کا ترک اعمال صالحہ نہیں۔ زکوٰۃ وہ مقررہ حصہ ہے جو سال بھر کے جمع شدہ مال پر چالیسواں حصہ ہے۔ اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء پر خرچ کیا جاتا ہے۔

—— (۱۶) ——

مومن گناہوں سے بچتا ہے

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(سورہ آل عمران آیت ۱۸)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ پس ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

ایمان کا نتیجہ گناہوں کا مٹ جانا۔ گناہوں سے بچنا۔ گناہوں کا دور ہونا ہے۔

—— (۱۷) ——

مومن اپنے نمونہ سے دوسروں کو اصلاح کی دعوت دیتا ہے

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

(سورۂ آل عمران آیت ۵۴)

ترجمہ۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو تُو نے اُتارا اور ہم نے رسول کی پیروی کی۔ پس ہمیں بھی شاہدین میں لکھ لے۔

شَھِدَ عَلٰی کے معنی ہوتے ہیں نگرانی کرنا۔ تَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ کے معنے ہیں۔ اپنے عمدہ نمونہ سے دوسروں کو اچھے اخلاق کی دعوت دینا۔ اسی لئے انبیاء کو شھداء علی النّاس کہا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شَھِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَاءِ۔ تمام بنی نوع انسان کے لئے شہید یعنی راہ نما قرار دیا۔

(۱۸)

مومن تقویٰ کی باریک راہوں پر چلتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

ترجمہ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۳)

اے ایمان والو! اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو جو تقویٰ کا حق ہے۔ اور تم پر موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

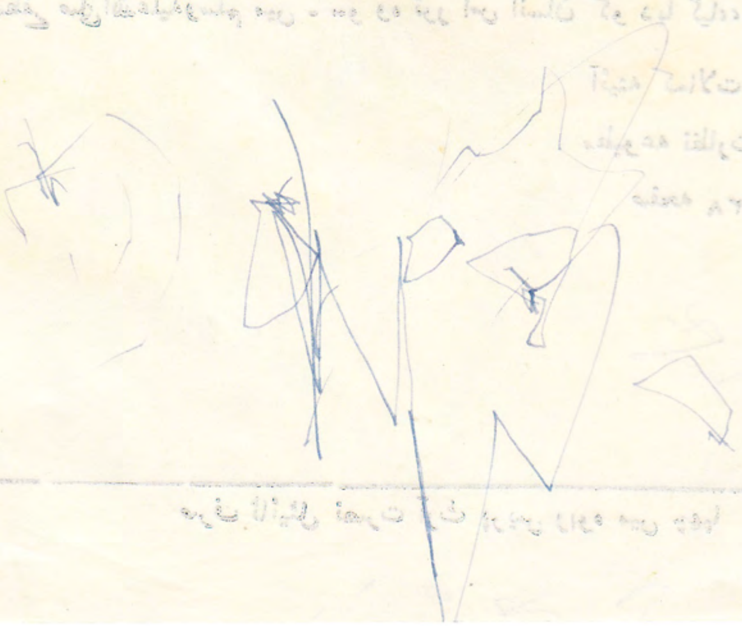
تقوےٰ کو تمام شرائط کے ساتھ اختیار کرنا پل صراط ہے۔ تقوےٰ کی باریک راہیں اختیار کرنا سوائے اللہ کے فضل اور بہت احتیاط کے مشکل ہے اگر مشکوک ہو تو اسے ترک کرنا تقوےٰ ہے۔ اس کی ایک ادنےٰ مثال یہ ہے۔ کہ آپ مسواک درخت کے مالک کی اجازت کے بغیر کاٹتے ہیں۔ آپ بیری کے نیچے پڑا بیر منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ یہ تقوےٰ کے خلاف ہے۔ اور دوسرا امر اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ اسے موت اس حالت میں آئے کہ وہ خدا کا فرمانبردار ہو اور موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ لہٰذا ہر وقت خدا کا مطیع اور فرمانبردار رہے۔ جو دم غافل سو دم کافر والی بات ہے ؛ (باقی)

وقف زندگی اور انصار اللہ

جملہ مجالس انصار اللہ کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اس بات کی خصوصی تحریک فرمائیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کی تعمیل میں جماعتیں اپنے بچوں کو جنہوں نے میٹرک ایف۔ اے۔ بی۔ اے اور ایم اے کیا ہے۔ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں اور خدمت دین اور اشاعت اسلام کے فریضہ کو انجام دینے کے لئے ٹریننگ لینے کے لئے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیں۔ حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں :- "ہم نے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے ....

جماعت کو اس وقت جتنے واقفین کی ضرورت ہے اتنے نہیں آرہے ہیں "

بدیں وجہ خصوصی تحریک فرمائیں کہ ایسے نوجوان جو مخلص بھی ہوں اور ذہین بھی اور جذبہ بھی رکھتے ہوں جامعہ میں داخلہ لیں۔ امید ہے کہ آپ تحریک فرما کر اپنی رپورٹ سے مطلع فرمائیں گے۔ (قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)



انسان کامل

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ اور وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کامل میں جسکا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سیدالانبیاء الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا''

آئینہ کمالات اسلام اردو حصہ
مطبوعہ نظارت اصلاح و ارشاد
صفحہ ۱۳۸ و ۱۳۹

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا